© rasailojaraid.com

اسلام ۲۰۰۰ء میں : مراد ہوف مین

ایک مطالعہ

مستنصر میر°

ترجمہ: امجد عباسی

جرمن مسلمان اسکالر مراد ہوف مین فروری ۲۰۰۰ء میں خرم مراد میموریل لیکچر دینے پاکستان تشریف لائے تھے۔ ان کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ وہ الجزائر اور مراکش میں جرمنی کے سفیر رہے اور ۱۹۸۰ء میں نعمت اسلام سے فیض یاب ہوئے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل پر کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ امریکہ کے رسالے Studies in Contemporary Islam میں، جس نے ممتاز احمد اور مستنصر میر کی ادارت میں حال ہی میں اشاعت کا آغاز کیا ہے، ان کی کتاب Islam:2000 پر مستنصر میر کا تبصرہ شائع ہوا ہے (ج ۱، شمارہ ۲)۔ یہاں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے مصنف نے مقدمے میں لکھا ہے کہ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ: "۲۱ ویں صدی کے آغاز پر عالم اسلام کو کیا مقام حاصل ہے اور اسے اس صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ مذہب بنانے کے لیے عالم گیر سطح پر کیا کچھ کرنے کی ضرورت ہے"۔ اس کے لیے انھیں "مغرب اور عالم اسلام دونوں پر کڑی تنقید کرنا ہوگی"۔

کتاب کے سات ابواب ہیں۔ پہلا باب: "A Bit of Muslim Futurology" (مسلمانوں کے مستقبل کی ایک جھلک)، تاریخ اسلام کے بارے میں مسلمانوں کے تین مختلف نقطہ ہاے نظر پر مشتمل ہے۔ ایک، قنوطیت پسند (اسلام نبی کریمؐ کے دور سے مسلسل زوال پذیر ہے)، دوسرا رجائیت پسند (اسلام مستقل ترقی پذیر ہے)، اور تیسرا، دونوں کے بین بین (یعنی نشیب و فراز کا سامنا رہا ہے)۔ ہر نقطۂ نظر کے حق میں

° پروفیسر، سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز، ینگز ٹاؤن اسٹیٹ یونی ورسٹی، امریکہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلم دنیا تعلیم، ابلاغیات، سیاسیات، قانون، اقتصادیات اور ٹکنالوجی، تمام محاذوں پر مابعد جدیدیت (post modernism) کے بہاؤ کا مقابلہ کر سکتی ہے" (ایضاً)۔ ہوف مین اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ مغرب اسلام سے مکالمہ چاہتا ہے: "مغرب کو مسلمانوں کے ساتھ ماورائی نوعیت کے سوالات اٹھانے میں کیا دل چسپی ہو سکتی ہے، جب کہ وہ ان سوالات کو اپنے ایجنڈے سے حذف کرنے میں بہت شان دار طریقے سے کامیاب ہو چکا ہے" (ص ۲۱)۔ ہوف مین اس تصور کو پانچویں باب، "Islam and the West: Another Showdown" (اسلام اور مغرب: ایک اور معرکہ) میں مزید آگے بڑھاتے ہیں۔ یہاں وہ اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ مغرب میں "اسلام وہ واحد مذہب ہے جو ہمدردی سے نظرانداز کیے جانے کی یا پرخلوص رواداری کی توقع نہیں کر سکتا" (ص ۲۷)۔ وہ کہتے ہیں کہ مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ سفاکانہ دشمنی جاری ہے۔ "بوسنیا، آخری نہیں ہے بلکہ تازہ ترین صلیبی جنگ ہے---- درحقیقت صلیبی جنگوں کا عہد کبھی ختم نہیں ہوا" (ص ۳۱)۔

چھٹے باب: "How to Avoid Catastrophe and Serve Islam"? (تباہی سے کیسے بچا جائے اور اسلام کی خدمت کیسے کی جائے؟) میں مصنف عالم اسلام کے احیا کے لیے اپنا پروگرام پیش کرتے ہیں جس کے مطابق درج ذیل شعبوں میں کوشش کرنا ہوگی: "تعلیمی ٹکنالوجی، خواتین کی آزادی، انسانی حقوق، نظریہ ریاست و معیشت، جادو اور توہمات اور رسل و رسائل" (ص ۴۱)۔ اصلاحات کو "اسلام بطور مذہب اور اسلام بطور تہذیب و تمدن"، "مستند اور گھڑی ہوئی احادیث"، "شریعت اور فقہ" اور "قرآن اور سنت" کے درمیان واضح امتیاز پر مبنی ہونا چاہیے (ایضاً)۔ وہ مسائل جو مغرب میں اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں ان میں اسلام میں خواتین کا مقام اور حقوق اور انسانی حقوق کا مسئلہ شامل ہیں۔ ہوف مین نے ان مسائل پر کئی صفحات رقم کیے ہیں (ص ۴۴ تا ۵۵)۔ انھوں نے اسلام کے سیاسی اور اقتصادی نظریات کے مختلف پہلوؤں پر بھی گفتگو کی ہے (ص ۵۱-۵۶)، اور مسلمانوں کے درمیان صوفی مسلکوں اور وجدانی عوامل پر تنقیدی نظر ڈالی ہے (ص ۵۷-۵۹)۔ وہ امت مسلمہ کے اتحاد کی بات کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کرتے ہیں کہ وہ مسلم یکسانیت (Muslim Uniformity) کے لیے نہیں کہہ رہے ہیں (ص ۶۱)۔ وہ اسلام کی مختلف تعبیرات کی، جو مختلف مسلم جغرافیائی خطوں میں کی جا سکتی ہیں، گنجایش دیتے ہیں لیکن متنبہ بھی کرتے ہیں کہ کسی جرمن یا امریکی اسلام کا کوئی تصور نہیں ہو سکتا، اگرچہ جرمنی یا امریکہ میں اسلام کے بارے میں گفتگو کی جا سکتی ہے (ص ۶۲)۔ وہ اس باب کا اختتام اس طرح سے کرتے ہیں کہ "عالم اسلام اپنی پرکشش عکاسی میں خاص طور پر نااہل دکھائی دیتا ہے۔ ٹیلی ویژن پر بغیر شیو کیے، اپنی بیلٹ میں پستول لگائے یاسر عرفات کا نظارہ عرب دشمن قوتوں کے پروپیگنڈے کے لیے وہ بہترین چیز ہے جس کی وہ خواہش کر سکتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں اور وہ بھی مفت!" (ص ۶۳)۔ ان کے خیال میں صرف وہی مسلمان مغرب کے عوام کے ساتھ قابلیت سے بحث کر سکتے ہیں جو مغرب میں پلے بڑھے ہیں (ص ۶۴)۔

ساتویں باب کا عنوان ہے: "The Task ahead of us: What a Task" (ہمارے پیش نظر کام: کیا بڑا کام!!)۔ یہاں ہوف مین اسلام میں بنیادی امور اور ثانوی امور کے درمیان فرق کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں (ص ۶۶)۔ "محدود تعداد میں الہامی اور ناقابل تغیر احکامات جو قرآن پاک کے غیر متنازعہ متن میں پائے جاتے ہیں، انھیں انسانوں کے بنائے ہوئے اور نسبتاً کم مستند بنیادوں پر مبنی بہت سارے قواعد و ضوابط کے احکامات سے الگ رکھا جائے جو قابل احترام فقہا کے مجموعوں میں پائے جاتے ہیں" (ص ۷۰)۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ۲۱ ویں صدی کے لیے اسلام کی تجدید نو کا اہم ترین کام مغرب میں مقیم مسلمانوں کے ہاتھوں انجام پائے گا (ص ۷۱-۷۲)۔

میں نے کتاب کا خلاصہ قدرے تفصیل سے بیان کر دیا ہے اس لیے کہ میں اسے ایک اہم کتاب سمجھتا ہوں۔ کتاب عالم اسلام کے مذہبی اور علمی منظرنامے کا اہم تجزیہ پیش کرتی ہے۔ مصنف کی اسلام کے روایتی ذرائع علوم پر مضبوط گرفت ہے اور ظاہر ہے کہ مغربی علمی روایات کے حوالے سے وہ اپنے گھر ہی میں ہیں۔ انھوں نے ہر بات نئی نہیں کہی ہے اور وہ خود معروف مسلم اسکالر محمد اسد (آسٹریلوی نومسلم، سابق نام Leopold Weiss) اور دیگر سے استفادے کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ہوف مین کو مذہبی رجحانات اور علمی تحریکوں کو اختصار سے پیش کرنے کا ملکہ حاصل ہے۔ ان کے مسیحیت اور جدیدیت جیسے موضوعات پر تبصرے قابل غور ہیں۔ عالم اسلام کی اصلاح کے لیے ان کے پروگرام دیگر جدید مسلم مفکرین کے مجوزہ پروگراموں کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے مقدمے میں لکھا تھا، انھوں نے عالم اسلام اور مغرب دونوں کو تنقید سے نہیں بخشا۔ ان کے تبصرے جو کہ بیش تر بصیرت افروز اور کاٹ دار ہوتے ہیں، اس انداز سے کیے گئے ہیں کہ قاری بے اختیار تحسین کرتا ہے۔ ذیل میں بعض تنقیدی نکات پیش کیے جا رہے ہیں۔

۱- ہوف مین ان مسلمانوں کی نمایندگی کرتے ہیں جن کے خیال میں اسلام اور مغرب کے درمیان حقیقی مکالمے کا امکان نہیں ہے--- اس لیے نہیں کہ اسلام اس قسم کے مکالموں کے حق میں نہیں، بلکہ لادین مغرب جو کہ پہلے ہی سے اہم مذاہب میں سے ایک عیسائیت کا حامل ہے، ماورائی نوعیت کے مسائل پر اسلام سے مکالمے میں کم دل چسپی رکھتا ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ مکالمے کے لیے آیا صرف یہی ممکنہ موضوع ہے؟ کیا اسلامی تہذیب کے لیے (فرض کر لیجیے کہ یہ اپنا وجود رکھتی ہے اور اس حوالے سے اس کی شناخت بھی ہے) یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ مغربی تہذیب سے کچھ دوسری بنیادوں پر رابطہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرے اور ایک مشترکہ مقصد کے لیے کام کرے؟ دوسرے، اگر مغربی کلچر پہل گامی کے لیے تیار نہیں ہے، کیا اسلام پیش قدمی نہیں کر سکتا اور مغرب سے برابری کی سطح پر بات نہیں کر سکتا؟ کیا لازم ہے کہ اسلام ردعمل ہی کا اظہار کرے؟ کیا اس کے پاس اپنا کوئی تعمیری ایجنڈا نہیں ہے اور کیا یہ اسے تخلیق نہیں کر سکتا ہے؟ تیسرے، اگرچہ مغربی کلچر آج دنیا کا غالب کلچر ہے لیکن صرف یہی کلچر نہیں ہے جس سے اسلام کو سابقہ ہے۔ اسلام کے پاس بودھ اور ہندو کلچر جیسے غیر مغربی کلچر سے معاملہ کرنے کے لیے کیا راہ عمل ہے؟ یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلم تہذیب کے لیے ایک "عمومی نظریے" کی ضرورت ہے--- ایک ایسا نظریہ جس کی واقعاتی بنیاد مکمل طور پر محض ایک تہذیب، مغربی تہذیب سے، حاصل کردہ معلومات پر مبنی نہ ہو۔

۲- مغرب سے کیا مراد ہے، یہ غیر واضح ہے۔ "اسلام ۲۰۰۰ء" کا مطالعہ کرتے ہوئے کوئی فرد یہ تاثر قائم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہوف مین مغرب کو ایک یکساں چیز سمجھتے ہیں۔ اگر اسلام ایک یکساں چیز نہیں ہے تو اسی طرح مغرب بھی نہیں ہے۔ صرف ایک پہلو ہی کو لیجیے کہ مغرب میں قبولیت اسلام کی ایک قابل توجہ اور طاقت ور تحریک پائی جاتی ہے جس کا ایک ثبوت خود ہوف مین ہیں۔

دوسرا پہلو، یہ سوال ہے کہ تاریخی اعتبار سے کون سی تہذیب ایسی ہے جس نے دوسری تہذیبوں کے ساتھ بالغ نظری اور ہمدردی سے معاملہ کیا ہو؟ دوسرے الفاظ میں، کس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک تہذیب کے پسندیدہ تصور کو اجاگر کرے؟ مغرب کو اسلام کے مخصوص تصور کے لیے شاید ذمہ دار ٹھیرایا جا سکے، لیکن کیا مسلمانوں نے اپنی سرد مہری اور بے عملی سے اس مخصوص تصور کے حوالے سے اعانت جرم نہیں کی؟ اور کیا مسلمانوں نے مغرب کا ایک مخصوص تصور نہیں اپنا رکھا؟ اگر مخصوص تصورات اسلام اور مغرب کے درمیان صحیح سوچ کے پروان چڑھانے میں رکاوٹ ہیں، تو غالباً ایک سے زیادہ فریق مسئلے کے ذمہ دار ہیں۔

۳- کم سے کم اس کتاب کی حد تک، اسی طرح کا مسئلہ یہ ہے کہ اسلام سے کیا مراد ہے؟ ہوف مین مغرب کے نظام زندگی کی واقعی حقیقت کا مقابلہ مذہب اسلام کے مجرد نظریات سے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس مقابلے یا موازنے کو نظریے کے حق میں جھکایا جا سکتا ہے جسے ایک مربوط کل کے طور پر پیش کیا جائے، جب کہ مقابلے میں برسر عمل نظام میں تضادات کو ظاہر کیا جائے۔ مگر اس حقیقت سے قطع نظر کہ مسلم ممالک میں جو اسلامی زندگی پائی جاتی ہے اس میں بہت زیادہ ربط اور نظم نہیں ہے، کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی اور مغربی دنیائیں، الگ الگ وجود کی حیثیت سے موجود نہیں ہیں۔ مغربیت، اسلامی سرحدوں سے باہر کہیں پھل پھول نہیں رہی بلکہ یہ عالم اسلام کے عین قلب میں پائی جاتی ہے۔ مغربی ٹکنالوجی اور فکر، چاہے ہم اسے پسند کریں یا نہ کریں، کروڑوں مسلمانوں کی زندگی کا جزو لازم بن چکی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ مسلم مفکرین کے لیے ایک اہم کام یہ ہے کہ وہ یہ مطالعہ کریں کہ اولیں طور پر مغربی فکر اور کلچر عالم اسلام میں کیسے داخل ہوا؟ مغرب کو غلبہ حاصل نہ ہوتا اگر وہ طاقت ور نہ ہوتا اور اسلام پیچھے نہ رہ جاتا اگر اس کی دفاعی ڈھال میں روزن نہ ہوتے۔

۴- ہوف مین عیسائیت میں نمایاں تبدیلیوں کا ذکر کرتے ہیں، وہ تبدیلیاں جنھوں نے ان کے خیال میں عیسائیت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ اس میں یہ بات مضمر ہے کہ اسلام نے جدیدیت کے بہاؤ کے مقابلے میں اپنے آپ کو قائم رکھا ہے۔ اگرچہ عیسائیت کو جدیدیت نے توڑ پھوڑ دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہی وہ مذہب ہے جس نے جدیدیت کے شدید حملے کے اولین زور کا مقابلہ کیا ہے۔ اس پیش گوئی کا کیا جواز ہے کہ جدیدیت سے مکمل جنگ میں اسلام صحیح سلامت نکل آئے گا؟ ہوف مین جیسے سنجیدہ مفکر کو خوش گمانی کا شکار قرار دینا ناانصافی ہوگی۔ لیکن مذہب اور سائنس کے درمیان تعلق کے حوالے سے کسی حتمی نتیجے پر پہنچنا ابھی کچھ قبل از وقت ہے۔ ۲۰ ویں صدی کی فزکس ۱۹ ویں صدی کی فزکس سے مختلف ہو سکتی ہے لیکن یہ ایک قابل بحث بنیادی نکتہ ہے کہ آیا جدید سائنس نے، ہوف مین کے الفاظ میں، "سائنس میں مذہب کے داخلے کے لیے دروازہ کھول دیا ہے" (ص ۲۳)۔ انتھونی گڈنز (Anthony Giddens) "The Consequences of Modernity" (جدیدیت کے نتائج) (سٹین فورڈ، ۱۹۹۰ء) کے مصنف بڑے مضبوط دلائل دیتے ہیں کہ "ہم ایک ایسے عہد میں داخل ہو رہے ہیں جہاں جدیدیت کے نتائج ایسی بنیادی اور عالمی تبدیلیوں کا باعث بن رہے ہیں جو ماضی سے مختلف ہیں" (ملاحظہ کیجیے: ص ۳ اور ۴۷)۔ ضمناً یہ کہا جا سکتا ہے کہ عیسائیت سائنس سے اپنے تصادم کی وجہ سے بظاہر زوال پذیر لگتی ہے۔ لیکن یقیناً یہ مقابلے سے باہر نہیں ہے جیسا کہ بڑی مقدار میں سامنے آنے والے اس لٹریچر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو عیسائیت سے گہری وابستگی رکھنے والے مفکرین کی طرف سے اس تنازع کے مختلف پہلوؤں سے متعلق پیش کیا جا رہا ہے۔

مذکورہ بالا تمام تر تنقید کے باوجود یہ کتاب، خود احتسابی کے حوالے سے موجود مختصر مسلم لٹریچر میں گراں قدر اضافہ ہے۔ ہوف مین نے بہت سے اہم مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے اور مسلمانوں سے متعلق اور مسلمانوں اور غیر مسلموں سے متعلق مسائل پر بے لاگ بحث کی ہے جو کہ نئی ہزاروی میں داخل ہونے کے لیے مسلمانوں کے ذہن کو واضح کرنے میں مددگار و معاون ہو سکتی ہے۔

[یہ کتاب امانہ پبلی کیشنز نے شائع کی ہے (ای میل : igamana@erols.com)۔ پاکستانی ناشرین اور خریداران کتب کے لیے یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ۲۰۷ صفحات کی اس پیپر بیک کتاب کی قیمت پاکستانی کرنسی میں 'صرف' ۴۰۰ روپے کے قریب ہے]

© rasailojaraid.com